ہوکر رہ گئی تھی۔ نتیجۃً وہ کیفیت پیدا ہو چکی تھی جس کا نقشہ کھینچا ہے اقبال نے اس شعر میں کہ ؎

"وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا!"

نتیجۃً عذابِ الٰہی کا حکم صادر ہوگیا اور پوری قوم ہلاک کر دی گئی سوائے اُن کے جو آخری دم تک اصلاح کے لیے کوشاں اور سرگرمِ عمل رہے تھے۔ (واضح رہے کہ اسی کی ایک مثال سورۃ الاعراف میں اصحابِ سبت کے ضمن میں بھی آئی ہے!)

آیات زیرِ درس میں سے آخری آیت میں قوموں کے اس عمومی فساد اور بگاڑ کے اہم عامل کی جانب بھی اشارہ ہوگیا کہ اس کا اصل سبب اصحابِ دولت و ثروت اور اربابِ ناز و نعم بنتے ہیں جن کے پاس لذت کوشیوں اور عیاشیوں کا ساز و سامان فراوانی سے ہوتا ہے اور وہ ان ہی میں مگن رہتے ہیں۔ چنانچہ یہی وہ اصل مجرم ہوتے ہیں جن کے اثراتِ بد پورے معاشرے پر آکاس بیل کی طرح چھا جاتے ہیں اور پوری پوری قوموں کو لے ڈوبتے ہیں۔ اعاذنا اللہ من ذٰلک۔ اللہ تعالیٰ اس انجامِ بد سے ہمیں اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

• ایک مسلمان کی انفرادی و اجتماعی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟

• دعوت و تبلیغ اور غلبۂ دین کی جدوجہد اضافی نیکی کے کام ہیں یا بنیادی فرائض میں شامل ہیں؟

ان موضوعات پر ایک مختصر لیکن نہایت جامع کتابچہ

دینی فرائض کا جامع تصوّر

از: ڈاکٹر اسرار احمد

عمدہ کمپیوٹر کتابت • صفحات ۴۴ • قیمت: اشاعت خاص /۸، اشاعت عام /۴

شائع کردہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدّام القرآن ۳۶۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

مسلمانوں کی زبوں حالی کا اصل سبب
اور اس کے تدارک کے لئے کرنے کا اصل کام
شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ (اسیرِ مالٹا) کے تاثرات

"میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے۔ ایک ان کا قرآن چھوڑ دینا' دوسرے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی۔ اس لئے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کروں کہ قرآن کریم کو لفظاً اور معناً عام کیا جائے' بچوں کے لئے لفظی تعلیم کے مکاتب بستی بستی میں قائم کئے جائیں' بڑوں کو عوامی درس قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لئے آمادہ کیا جائے' اور مسلمانوں کے باہمی جنگ و جدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے۔"

(ماخوذ از وحدتِ امت' تالیف مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

علمِ تفسیر پر ایک نظر (۲)

جناب تحسین بلخی، کینیڈا

تفسیر کا ارتقاء

تفسیر کے باب میں اس بنیادی گفتگو کے بعد اب ہم اس کے ارتقا اور کتبِ تفسیر کے اس قدر عظیم الشان ذخیرے کے وجود میں آنے کے اسباب و علل پر نظر ڈالتے ہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے عہدِ رسالت میں تفسیر اور اس کی نوعیت معلوم کریں۔

اس سلسلہ میں یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ منکرین وحی و رسالت اور کفر و اعراض پر اصرار کرنے والوں کے معاملے میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری بس اتنی تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان تک پیغامِ الٰہی پہنچا دیں، چنانچہ پورا قرآن دیکھ جائیے، اس میں جہاں جہاں رسول ﷺ کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ آپ کا کام تو بس "ابلاغ" ہے، اس سے زیادہ آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں، وہاں اس کا تعلق منکرین وحی و رسالت اور کفر و اعراض پر اصرار کرنے والوں ہی سے ہے۔

لیکن جو لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور قرآن پر ایمان لے آئیں، ان کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری محض تلاوت آیات (ابلاغ) نہ تھی، بلکہ ان کا تزکیہ کرنا اور انہیں "الکتاب" (قرآن) کی تعلیم دینا بھی تھی۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيٰتِهٖ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۳۵

(یعنی) "بلاشبہ یہ اللہ کا مومنوں پر احسان عظیم ہے کہ اس نے ان میں، خود انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا، جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔"

اور ایک دوسری جگہ یہ ارشاد ہوا کہ:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ ۳۶

(یعنی) "ہم نے (اے رسول) تم پر الذکر (قرآن) نازل کیا' تاکہ لوگوں کے سامنے تم اس چیز کی وضاحت کرو جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے۔"

تفسیر نبویؐ

یہی تبیین کتاب (قرآن کی تشریح و توضیح) اور یہی تعلیم کتاب و حکمت ہے' جسے چاہے قرآن کی تفسیر نبوی کہہ لیجئے یا حدیث و سنت کے نام سے یاد کر لیجئے۔ علمائے امت عہدِ رسالت کی تفسیر حدیث و سنت ہی کو قرار دیتے ہیں' چنانچہ علامہ شاطبی حدیث و سنت کے مقام و مرتبہ پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

فكان السنة بمنزلة التفسير والشرح لمعانى احكام الكتاب ۳۷

"تو گویا سنت کتاب اللہ کے احکام کے معانی کے لئے تفسیر و شرح کا درجہ رکھتی ہے۔"

مطلب یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ بھی اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا یا جو کچھ بھی کیا' وہ سب قرآن کی تفسیر و تشریح تھا' اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ محض ایک بشر کی زندگی نہ تھی' بلکہ دراصل وہ آیات قرآنیہ کی چلتی پھرتی تصویر تھی۔ قرآنی ہدایات و تعلیمات کے متشکل ہو جانے کا نام سنت رسول اور اسوۂ نبویہ ہے' اور سنتِ رسول کا دوسرا نام تفسیر قرآن ہے' اور یہی تفسیر نبوی اور یہی تشریح رسول حقیقی معنوں میں قرآن کی تفسیر ہے' کیونکہ جیسا کہ پہلے بتایا گیا' مسلمانوں کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ذمہ داری تعلیمِ کتاب و حکمت بھی تھی' اور ظاہر ہے کہ تعلیم الفاظ کے دہرا دینے (تلاوت) کا نام نہیں ہے بلکہ تشریح و توضیح کو تعلیم کہتے ہیں' عام ازیں کہ یہ تشریح و توضیح زبان سے ہو یا عمل سے یا دونوں سے۔

نیز رسول ﷺ کی یہ تعلیم کتاب و حکمت کسی مفکر کی محض فکری کاوش یا رسول

ﷺ کے محض بشری اجتہاد کا نتیجہ نہ تھی' بلکہ یہ کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اراءۃِ الٰہی (اللہ کے دکھانے) کے تحت انجام دیا کرتے۔ چنانچہ قرآن میں ارشادِ الٰہی ہے کہ:

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللّٰهُ ۳۸

(یعنی) "ہم نے (اے رسول) یہ کتاب تمہاری طرف حق و صداقت کے ساتھ نازل کی ہے' تاکہ لوگوں کے درمیان تم اس طرح فیصلے کرو جس طرح اللہ تم کو دکھائے۔"

اس آیت میں واضح طور پر دو چیزوں کا تذکرہ ہے (۱) تنزیل (نازل کرنا) (۲) اراءۃِ الٰہی (اللہ کا دکھانا) اور ظاہر ہے کہ تنزیل اور اراءۃ دونوں نہ ہم معنی ہیں اور نہ دونوں کے مصداق ایک ہیں' بلکہ تنزیل کا تعلق الفاظ کے ساتھ ہے اور اس کا مصداق قرآن ہے اور اراءۃِ الٰہی کا تعلق اس تشریح و توضیح سے ہے جو تعلیمِ کتاب و حکمت کی ذمہ داری کے انجام دینے کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تھی' اور چونکہ یہ تشریح و توضیح اللہ کے دکھانے کی روشنی میں' دوسرے لفظوں میں وحی کی رہنمائی میں ہوتی تھی' اس لئے یہ یقینی طور پر اللہ کی مراد و منشا قرار پاتی ہے' لہٰذا قرآن کی حقیقی تفسیر کہے جانے کی مستحق یہی ہے' عام ازیں کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے کسی ارشاد یا عمل کے وقت قرآن کی کسی آیت کا حوالہ دیا ہو یا نہ دیا ہو۔

یہاں دو باتوں کی مختصر طور پر وضاحت مناسب ہے' ایک تو یہ کہ اگر حدیث و سنت کو اراءۃِ الٰہی کی روشنی میں' دوسرے لفظوں میں وحی کی رہنمائی میں' قرار دیا جائے تو قرآن سے پانچ ایسی فروگزاشتوں کا پتہ چلتا ہے جو حضور اکرم ﷺ سے ہوئیں اور ان پر اللہ نے حضور اکرم ﷺ کو ٹوکا اور تنبیہ و اصلاح فرمائی۔

یہاں ان واقعات اور ان کی تفصیلات سے ہمیں بحث نہیں۔ ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ قرآن میں وہ پانچوں مقامات دیکھ لئے جائیں' ان میں سے کوئی واقعہ ایسا نہیں جس کا تعلق تعلیمِ قرآن سے' تبیینِ قرآن سے یا حکم بین الناس (لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ) سے ہو۔ یعنی یہ کہا جائے کہ حضور اکرم ﷺ نے فلاں آیت کی تشریح میں غلطی کی تھی' فلاں

مسئلہ غلط بیان کیا تھا' یا فلاں آیت کے جزئیہ کی تعیین میں غلطی کی تھی' یا فلاں مجمل آیت کی تفصیل غلط بتائی تھی' جس کو بدل کر اللہ کی طرف سے آیت کا یہ صحیح جزئیہ اور اس کی یہ صحیح تفصیل بتائی گئی۔

دوسری بات یہ کہ اگر کوئی اراءۃ الٰہی کا مطلب ویسا ہی سمجھتا ہے' جیسے ہم آپ دن رات بولتے رہتے ہیں کہ عین وقت پر اللہ نے یہ بات سجھادی' اللہ نے یہ راہ دکھادی' تو اس کا یہ سمجھنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس طرح کے الفاظ کی نسبت جب رسول ﷺ کی طرف ہو تو کیا مطلب ہوتا ہے اور دوسرے انسان کی طرف ہو تو کیا مطلب ہوتا ہے۔ رسول ﷺ کے لئے جب کبھی اور جہاں کہیں یوں ہوگا کہ اللہ نے مطلع کیا' اللہ نے بتایا' اللہ نے دکھایا' اللہ کے اذن سے رسولؐ نے یہ کام کیا' تو وہاں سوائے وحی کے کوئی دوسرا مفہوم لینا شریعت پر سے امان کا اٹھا دینا ہے۔ آخر ہم آپ دن رات بولتے ہی ہیں کہ یہ تحریر اللہ نے لکھوادی' یہ الفاظ اور یہ جملے اللہ نے زبان سے ادا کرادیئے' ورنہ میں سخت متفکر تھا کہ اس بات کو کن الفاظ سے ادا کروں' اور اس بات کو کس طرح لکھوں' وغیرہ وغیرہ۔ رسول ﷺ کے دل میں کسی بات کا ڈالا جانا اور کسی دوسرے انسان کے قلب و دماغ میں کسی بات کا آنا' آخر دونوں ایک کیسے ہوسکتے ہیں؟ کوئی دوسرا انسان حلف لے کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کا قلب و ضمیر جو سرگوشی کررہا ہے' وہ وحی شیطانی نہیں بلکہ وحی الٰہی ہے۔

رہی یہ بات کہ وحی اپنی حقیقت کے لحاظ سے الفاظ کے ساتھ تنزیل میں منحصر نہیں' تو اس پر سیر حاصل گفتگو کا یہ محل نہیں' قرآن کی متعدد آیتیں وحی کی دونوں نوعیتوں کی شہادت دیتی ہیں' یعنی الفاظ کے ساتھ بھی اور بغیر الفاظ کے صرف مضمون و مفہوم کی بھی۔ اور خود سورۃ النساء والی مذکورہ آیت (نمبر ۱۰۶) اس پر دلیل ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو دو چیزیں ملی تھیں (۱) اِنَّآ اَنْزَلْنَا .... (۲) بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ۔ اول الذکر کا مصداق قرآن ہے' لہٰذا ثانی الذکر کا بھی کوئی مصداق ہونا چاہئے۔ چلئے' آپ اسے وحی نہ کہئے' عام قسم کی اراءۃِ الٰہی کہہ لیجئے' لیکن ظاہر ہے کہ آپ کو جو اراءۃ الٰہی ہوا کرتی ہے اور رسول ﷺ کو جو اراءۃ الٰہی حاصل تھی' دونوں ایک نہیں۔ کوئی اپنی فکر و نظر اور اپنے عقل

وشعور کے لحاظ سے کتنے ہی بلند مرتبے پر فائز کیوں نہ ہو' وہ بہرحال رسول نہیں' اور فراستِ نبویہ سے محروم ہے۔ اس بنا پر بھی یہی کہا جائے گا کہ رسول ﷺ کی تشریح وتوضیح حقیقی معنوں میں تفسیرِ قرآن کہلانے کی مستحق ہے' کیونکہ وہ اپنے دامن میں فراستِ نبویہ رکھتی ہے جو کسی دوسرے انسان کو نصیب نہیں۔

پھر اگر قرآن میں مذکورہ پانچ مقامات والی تنبیہ واصلاح والی آیات کو رسول ﷺ کی تعلیمِ کتاب وحکمت سے متعلق گردانا جائے' تو مزید بر سبیلِ تنزّل یہ کہا جائے گا کہ سورۃ النساء والی مذکورہ آیت (نمبر۱۰۶) صراحتاً دلالت کر رہی ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر ایک تو تنزیل ہوئی اور دوسری چیز حضور اکرم ﷺ کو اراءۃ عطا ہوئی۔ اسے پیشِ نظر رکھنے اور پانچ نہایت معمولی فروگزاشتوں سے متعلق تنبیہ واصلاح والی آیات پیشِ نظر رکھنے کے بعد یہ بات پورے طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ رسول ﷺ کے جن کاموں' جن فیصلوں اور جن تعلیمات وہدایات پر اللہ نے گرفت نہیں کی' وہ سب کی سب اللہ کی مراد ومنشا قرار پاتی ہیں' ورنہ جس طرح ان پانچ فروگزاشتوں پر اللہ نے ٹوکا' تاکہ مسلمان ان کو صحیح سمجھ کر قبول نہ کرلیں اور ان کی اتباع نہ کرنے لگیں' اسی طرح اگر کوئی اور فروگزاشت ہوئی ہوتی تو اس پر بھی یقیناً اللہ ٹوکتا تاکہ اس غلطی میں مسلمان مبتلا نہ ہو جائیں' کیونکہ رسول ﷺ کا کوئی قول وفعل عام انسان کا قول وفعل تو تھا نہیں' وہ تو واجب التسلیم اور واجب الاتباع تھا' (اور قیامت تک واجب التسلیم اور واجب الاتباع رہے گا) اور جب اللہ نے نہیں ٹوکا تو گویا ان سب پر اللہ نے مہرِ توثیق ثبت فرمادی۔

چند مثالیں

اب تفسیرِ نبویؐ سے متعلق چند مثالیں ملاحظہ ہوں' مگر پہلے ذہن میں وہ بات تازہ کرلیں جو پہلے کہی جا چکی ہے کہ تعلیم تشریح وتوضیح کو کہتے ہیں' عام ازیں کہ یہ تشریح وتوضیح زبان سے ہو یا عمل سے ہو یا دونوں سے ہو' اور یہ کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے کسی ارشاد یا عمل کے وقت خواہ قرآن کی کسی آیت کا حوالہ دیا ہو یا نہ دیا ہو' وہ تفسیرِ نبوی ہے۔

(الف) ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے بطورِ مثال ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا جو

طویل سفر کرکے آتا ہے' پریشان حال ہے' گرد و غبار سے اٹا ہوا ہے اور دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف پھیلا کر کہتا ہے کہ یَا رَبِّ' یَا رَبِّ --- مگر:

وَمَطْعَمُهٗ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهٗ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهٗ حَرَامٌ وَغُذِیَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذٰلِکَ[۳۹]

"اس کی خوراک حرام کی ہے' اس کا پینا حرام کا ہے' اس کی پوشاک حرام کی ہے اور حرام غذا سے اس کی نشو و نما ہوئی ہے' پھر بھلا اس کی دعا کیا قبول ہوگی؟"

اس حدیث میں کسی آیت کا حوالہ نہیں ہے' لیکن یہ ارشاد دعا کے آداب اور قبولیتِ دعا کی شرطوں کا ایک بصیرت افروز درس ہے' وہ دعا جس کا تذکرہ قرآنی آیت --- وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ[۴۰] میں ہے۔

(ب) ایک اعرابی نے سوال کیا' قیامت کب آئے گی؟ جواب میں حضور اکرم ﷺ نے علاماتِ قیامت میں سے یہ علامت ارشاد فرمائی کہ:

فَاِذَا ضُیِّعَتِ الْاَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ[۴۱]

"جب امانت ضائع کردی جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔"

اعرابی نے سوال کیا' امانت کس طرح ضائع ہو جائے گی؟ جواب میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ[۴۲]

"جب اقتدار کی باگ ڈور نااہلوں کے سپرد کردی جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔"

اس موقع پر بھی حضور اکرم ﷺ نے کسی آیت کا حوالہ نہیں دیا' مگر یہ ارشاد دراصل ایک تفسیر ہے اس آیت کریمہ کی:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَهْلِهَا[۴۳]

"اللہ تمہیں اس کا حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو۔"

کہ یہاں لفظ "امانات" اپنے وسیع مفہوم و معنی میں استعمال ہوا ہے' یعنی بالفاظ مولانا ابوالکلام آزاد:

"اجتماعی زندگی کے نظم و فلاح کے لئے اصل اصول یہ ہے کہ جو جس بات کا حق دار ہو' اس کے حق کا اعتراف کرو اور جو چیز جسے ملنی چاہئے وہ اس کے حوالے کردو'